رزقِ حلال

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(۲)

ظاہر ہے کہ دینِ حق کی خاطر جب کوئی مومن جدوجہد کرتا ہے تو نظامِ باطل کی طرف سے اس پر آزمائش آتی ہے۔ کبھی اُسے فراہم شدہ رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور کبھی اسے گھر بار سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ تاریخِ دعوتِ اسلامی میں مخالفینِ حق مزاحمتِ حق کے لیے بڑی سے بڑی کارروائیاں کرتے رہے ہیں تاکہ علمبردارانِ حق اپنے مقصد اور کام سے باز آجائیں۔ ان مخالفانہ کارروائیوں میں انہیں وسائلِ رزق سے محروم کرنا، ان کے بال بچوں کو ان کی سرپرستی سے اور خود ان سے رزق کی سہولتیں چھین لینا خصوصاً شامل رہا ہے، کبھی کاروبار تباہ کر کے اور کبھی گھر بار چھڑوا کر۔ ایسی صورت میں ایک بندۂ مومن اس ذہنی مغالطے میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ اس کے رزق کا معاملہ خود اس سے نہیں بلکہ اس کے کنبہ اور خاندان سے بھی تعلق رکھتا ہے اور یوں بہت سی تاویلیں اس کا نفس حق کے کام سے پہلوتہی کی سوچنے لگتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وہ کونسا جاندار ہے جو اپنا رزق اپنے کندھوں پر اُٹھائے پھرتا ہے اور اپنے زور اور اپنی قوت سے خود رزق حاصل کرتا ہے۔ یہ رزق تو اُس کا خدا ہی ہے جو اُسے دیتا ہے۔ اگر وہ کیڑوں، مکھیوں، مچھروں اور جھینگوں کا رازق ہے تو تم تو ان سے بہت زیادہ اس بات کے حقدار ہو کہ تمہیں رزق مہیا کیا جائے۔

اگر تم اپنے مالک کی خاطر اس کی معروف رضا کے لیے باطل کے مقابل بلا خوف و خطر ڈٹ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے وہ تمہیں ضرور پال لے گا۔ اور تم راہِ حق میں جدھر جاؤ گے اپنے رب کا دسترخوان ہر جگہ اپنے سامنے پھیلا ہوا پاؤ گے۔

اس بات کو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہا تھا جب دعوتِ دین کے سلسلے میں ان پر تکالیف آئیں۔ اور بنی اسرائیل نے ان پر زندگی کی کشادگی تنگ کرنی شروع کر دی تو انھوں نے اپنے حواریوں سے فرمایا:

"کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں ہے؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں، نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں پھر بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے جب خدا میدان کی گھاس کو، جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی، ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو! تم کو کیوں نہ پہنائے گا"

یہ حقیقت ہے کہ ہر معاشرے میں کھاتے پیتے لوگ ہی اصل فساد کی جڑ ہوتے ہیں اور رزقِ حرام کی بڑی مقدار ایسے ہی خوش حال لوگوں میں گردش پاتی ہے۔ رزقِ حلال کے لیے جو محنت اور احتیاط درکار ہوتی ہے نفس کے بندے وہ احتیاط کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے کہا ہے:

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے (سورہ سبا۔ آیت: ۳۴)

یہ بات انھوں نے اس لیے کہی کہ وہ مامور تھے اور اس لیے کہی کہ ان کا ذریعہ معاش

رزقِ حرام تھا۔ رزقِ حرام کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ حق کو تسلیم کرنے میں زبردست رکاوٹ بن جاتا ہے۔ رزقِ حرام کھا کر انسان خدا کا کام نہیں کر سکتا۔ پھر وہ جسم دوزخ میں جلنے کے قابل تو ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی فوج کا سپاہی نہیں بن سکتا۔ اس کا یہ خیال ہوتا ہے کہ چونکہ ہمارے پاس زیادہ رزق ہے۔ زیادہ مال و دولت اور قوت و اقتدار ہے اس لیے ہم خود بخود زیادہ اللہ کے پیارے لوگ ہیں، تبھی تو اس نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر اللہ ہم سے راضی نہ ہوتا تو یہ مال و دولت و حشمت اور یہ شان و شوکت ہمیں کیوں دیتا۔ قرآن نے ان دُنیا پرستوں کی جا بجا تردید کی ہے اور کہا ہے کہ دُنیا میں رزق کی تقسیم کا انتظام جس حکمت و مصلحت پر مبنی ہے اس کو یہ لوگ نہیں سمجھتے اور اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ جسے اللہ کشادہ رزق دے رہا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور جسے تنگی کے ساتھ دے رہا ہے وہ اس کے غضب میں مبتلا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص آنکھیں کھول کر دیکھے تو اُسے نظر آ سکتا ہے کہ بسا اوقات بڑے ناپاک اور گھناؤنے کردار کے لوگ بڑے خوشحال ہوتے ہیں اور بہت سے نیک اور شریف انسان جن کے کردار کی خوبی کا ہر شخص کو اعتراف ہوتا ہے، وہ تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اب کون آخر صاحبِ عقل آدمی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ اللہ کو یہ پاکیزہ اخلاق کے لوگ تو ناپسند ہیں اور وہ شریر اور خبیث لوگ ہی اسے بھلے لگتے ہیں۔

درحقیقت رزق کی کمی بیشی اللہ کی مشیت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس کی رضا سے۔ مشیتِ الٰہی کے تحت ہر قسم کے انسانوں کو رزق مل رہا ہے۔ انکارِ خدا اور اقرارِ خدا کرنے والے سب رزق پا رہے ہیں۔ نہ رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی خدا کا پسندیدہ ہے اور نہ اس کی تنگی اس بات کی علامت ہے کہ آدمی اس کا معتوب ہے۔ مشیتِ الٰہی کے تحت ایک ظالم اور بے ایمان آدمی بھی پھلتا پھولتا ہے حالانکہ ظلم اور بے ایمانی خدا کو پسند نہیں ہے اور اس کے برعکس مشیت ہی کے تحت ایک سچا اور ایماندار آدمی نقصان اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے، حالانکہ یہ صفات خدا کو پسند ہیں۔ لہٰذا وہ شخص سخت گمراہ ہے جو مادی فوائد و منافع کو خیر و شر اور اچھائی بُرائی کا پیمانہ قرار دیتا ہے۔ اصل چیز خدا کی رضا ہے اور وہ

ان اخلاقی اوصاف سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کو محبوب ہیں جن میں رزقِ حلال کا حصول بھی ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کا باغی اور نافرمان بھی ہے اور ساتھ ہی خدا کی نعمتوں سے نوازا جارہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص سخت بازپرس اور بدترین عذاب کے لیے تیار کیا جارہا ہے۔

بعض لوگ رزق کی مساوات کا تذکرہ کرتے ہیں اور مارکسی تصورِ اشتراکیت کو اسلامی رنگ دینے کے لیے اسے قرآنی نظامِ ربوبیت بناکر پیش کرتے ہیں اور قرآن کے لفظ "سَوَاءً لِلسَّائِلِيْنَ" کا ترجمہ سب مانگنے والوں کے لیے برابر کرتے ہیں اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اللہ نے زمین میں سب لوگوں کے لیے برابر خوراک رکھی ہے اور اس منشا کو پورا کرنے کے لیے وہ ایک ایسی ریاست کا نظام پیش کرتے ہیں۔ جو سب کو غذا کا مساوی راشن دے۔ کیونکہ انفرادی ملکیت کے نظام میں وہ مساوات قائم نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ لوگ جوشِ اشتراکیت میں یہ بھول جاتے ہیں کہ قدرت کے دسترخوان کے سائلین صرف انسان ہی نہیں بلکہ مختلف اقسام کی وہ سب مخلوقات ہیں جنھیں زندہ رہنے کے لیے غذا کی ضرورت ہے۔ کیا ان سب کے درمیان یا ایک ایک قسم کی مخلوقات کے تمام افراد کے درمیان خدا نے سامانِ پرورش میں مساوات رکھی ہے۔ کیا خدا کے اس پورے نظامِ رزق میں کہیں کسی کو غذا کے مساوی راشن کی تقسیم کا انتظام نظر آتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان سائلین میں وہ حیوانات بھی شامل ہیں۔ جنھیں انسان پالتا ہے اور جن کی خوراک کا انتظام خود انسان کے ذمہ ہے۔ بھیڑ، بکری، اونٹ، مرغی وغیرہ تو کیا ان سب سائلین کو برابر اور یکساں خوراک دی جائے گی۔ کیا نظامِ ربوبیت والی ریاست انسان اور ان حیوانات کے درمیان بھی معاشی مساوات قائم کرے گی۔

رزقِ حلال کو خرچ کرنے کے معاملے میں بھی اسلام نے مومنین کے لیے تین طرزِ عمل متعین کیے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ خرچ کرتے ہیں اسی رزقِ حلال میں سے جو انہیں دیا گیا ہے۔ وہ اپنے اخراجات کے لیے مالِ حرام پر ہاتھ نہیں مارتے۔

دوسرے یہ کہ وہ خدا کے دیئے ہوئے رزق کو سمیٹ سمیٹ کر نہیں رکھتے بلکہ اسے خرچ

کر دیتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جو رزق انہیں دیا گیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں، سب کچھ اپنی ذات پر ہی صرف نہیں کر دیتے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے ۱۴ احکام ایسے دیے ہیں جن کے ذریعے مومن کے سامنے اس کی زندگی کا ہمہ پہلو چارٹ مفصّل آجاتا ہے جس میں رزق اور دوسرے معاملات کے بارے میں متوازن ہدایات ہیں۔ ایسا ہی نظام رزقِ حلال کا ضامن بن سکتا ہے۔ وہ چودہ نکات یہ ہیں:

۱۔ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان سے اُف تک نہ کہو۔

۳۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔

۴۔ فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

۵۔ حاجت مندوں کو مجبوری سے جواب ہی دینا پڑے تو نرم الفاظ میں جواب دو۔

۶۔ نہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو (بخل کے لیے) اور نہ بالکل ہی کھلا چھوڑ دو (اسراف کے لیے) کہ عاجز ہی بن کر رہ جاؤ۔ اللہ اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے جس کا چاہتا ہے

۷۔ اپنی اولاد کو اندیشۂ افلاس سے قتل نہ کرو۔ ہم اُن کو بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی۔

۸۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو، یہ بہت ہی بُرا راستہ ہے۔

۹۔ قتلِ نفس کے ارتکاب سے بچو۔

۱۰۔ مالِ یتیم کے پاس بھی نہ پھٹکو۔

۱۱۔ اپنے قول و قرار کی پابندی کرو، ہر عہد کی جوابدہی ہوگی۔

۱۲۔ پیمانوں سے پورا پورا ناپ تول کرو۔

۱۳۔ بغیر علم کسی چیز کے پیچھے نہ پڑو، آنکھ، کان، دل سب کی بازپرس ہوگی۔

۱۴۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

اِن اُصولوں پر جو نظامِ زندگی قائم کیا جائے وہی رزقِ حلال کی ضمانت دے سکتا ہے ۔ غرض رزقِ حلال کی اس بحث میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رزقِ حلال کا بہت بڑا تعلق انسان کے اخلاص وایمان سے بھی ہے، جو شخص سچے دل سے خدا پر ایمان رکھتا ہو اور اسی کو رزق کے خزانوں کا مالک سمجھتا ہو وہ کبھی اس کم ظرفی میں مبتلا نہیں ہو سکتا، جس میں خدا کو بھولے ہوئے لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ اسے کشادہ رزق ملے تو پھولے گا نہیں بلکہ شکر کرے گا، خلقِ خدا کے سامنے تواضع اور خوش خلقی اور فیاضی سے پیش آئے گا ۔ اور خدا کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے گا ۔ اگر تنگی کے ساتھ رزق ملے تب بھی وہ صبر سے کام لے گا اور دیانت وامانت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے گا اور آخر وقت تک خدا کے فضل وکرم کی آس لگائے رکھے گا ۔ یہ اخلاقی بلندی نہ رزقِ حرام کھانے والے کسی دہریے کو نصیب ہو سکتی ہے اور نہ کسی مشرک کو ۔

رزقِ حلال اور رزقِ حرام کے پس منظر میں ہم حضور اکرم کی اس حدیث پر غور فرمائیں تو زندگی کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں ۔ جب حضرت ابن معبدؓ نے حضور اکرم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا "اے معبد اپنے نفس سے پوچھ، اپنے دل سے پوچھ، نیکی وہ ہے جس سے دل کو اطمینان حاصل ہو، سکون حاصل ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے"۔

امام احمد بن حنبل نے خوب فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی رزقِ حلال کا حصول ہے ۔